زکوٰۃ کے احکام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا وَّمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا (المزمل۔۲۰)

ترجمہ: نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو اچھی طرح پر قرض دینا اور تم اپنے آگے جو نیکی بھیجو گے اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مالاً فَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ یَأْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ. یَعْنِی. شِدْقَیْہِ، ثُمَّ یَقُوْلُ أَنَا کَنْزُکَ، أَنَا مَالُکَ، ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ.. الآیۃ. (رواہ البخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو مگر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اسی مال کو ایسے سانپ کی شکل دی جائے گی جو (زہر کی شدت کے باعث) گنجا ہوگا، اس کے دو سیاہ نقطے ہونگے (جو سانپ کے انتہائی زہریلا ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے)۔ وہ سانپ اس شخص کے دونوں جبڑوں کو لپٹ جائے گا اور کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں، تیرا مال ہوں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ..... آخر آیت تک۔ (رواہ البخاری ومسلم)

❖❖❖❖❖

زکوٰۃ کے معنی:

لغتِ عربی میں زکوٰۃ کے معنی "پاک کرنا" اور "نشوونما" کے ہیں اور شریعتِ مقدسہ کی اصطلاح میں زکوٰۃ کے معنی ہیں:

"تَمْلِیْکُ مَالٍ مَخْصُوْصٍ لِمُسْتَحِقِّہٖ لِشَرَائِطَ مَخْصُوْصَۃٍ"۔

" کسی مستحق شخص کو مخصوص شرائط کے پائے جانے کی صورت میں مال کے مخصوص حصے کا مالک بنا دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے"۔

(مذکورہ تعریف کے ہر ہر جُز مستحق شخص، مخصوص شرائط، مخصوص مال وغیرہ کی تفصیل اپنے اپنے موقع پر آرہی ہے۔)

❖❖❖❖❖

زکوٰۃ کی اقسام پر اجمالی نظر :

حکم کے اعتبار سے زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔ جیسے مال کی زکوٰۃ۔

(۲) واجب۔ جیسے زکوٰۃ الرأس (یعنی افراد کی زکوٰۃ) جسے "صدقۃ الفطر" کہتے ہیں۔

پھر فرض زکوٰۃ بھی دو طرح کی ہے:

(۱) سونے، چاندی، اموالِ تجارت اور مویشیوں کی زکوٰۃ۔ اسے ہمارے معاشرے میں "زکوٰۃ" کہتے ہیں۔

(۲) زمین کی پیداوار، کھیتوں، سبزیوں اور پھلوں کی زکوٰۃ جسے ہمارے عرف میں "عُشر" کہتے ہیں۔

❖❖❖❖❖

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرائط :

(مراد اس سے زکوٰۃ المال کی پہلی قسم سونے، چاندی، اور اموالِ تجارت کی زکوٰۃ ہے)

کسی شخص پر زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے درجِ ذیل تمام شرائط کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ ان میں بعض شرائط تو وہ ہیں جنکا تعلق خود اس شخص سے ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ اور بعض شرائط وہ ہیں جنکا اس مال میں پایا جانا ضروری ہے جس پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوتا ہے۔
(بدائع ۲/۶۰۲)

لیجئے اب تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

وہ شرطیں جو شخص میں پائی جانی ضروری ہیں :

خود اس شخص میں چار شرطیں پایا جانا ضروری ہیں:

(۱) اسلام : مسلمان ہونا۔ لہٰذا کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

(۲) حریت : آزاد ہونا۔لہٰذا غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

(۳) بلوغ : بالغ ہونا۔لہٰذا نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی خواہ وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔

(۴) عقل : عقلمند ہونا۔لہٰذا پاگل پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

وہ شرطیں جو مال میں پائی جانا ضروری ہیں :

خود مال میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) **ملکِ تامّ ہونا** : زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس مال پر "ملک تام" حاصل ہو اور کسی چیز پر ملکِ تامّ (مکمل ملکیت) کے حاصل ہونے کیلئے دو باتیں ضروری ہیں:

(الف) کسی چیز کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ وہ چیز اسکے قبضے میں ہو کہ جب چاہے اس میں کوئی بھی تصرّف کر سکے۔اگر کوئی چیز ملکیت میں تو ہے مگر ابھی اس پر مکمل قابض نہیں ہے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی کیونکہ ملکِ تامّ نہیں ہے۔

مثال : جیسے عورت کا مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے پہلے مالک ہونا۔ملکِ تامّ نہیں ہے۔لہٰذا مہر پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔البتہ اگر قبضہ کر لے تب ملکِ تامّ کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہوگی۔

(ب) کسی چیز کا مالک ہونا۔لہٰذا اگر کوئی چیز صرف قبضے میں ہے لیکن اسکا مالک نہیں ہے تب بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، کیونکہ ملکِ تام نہیں ہے۔

مثال : جیسے مسلمان کے پاس امانت کے طور پر رکھے ہوئے کسی کے پیسے۔یہ رقم مسلمان کے قبضے میں تو ہے مگر چونکہ اسکی ملکیّت نہیں ہے لہٰذا اس پر ملکِ تامّ نہیں ہے۔

(۲) مال کا نصاب کی بقدر ہونا :

وہ مال جسکا آدمی مالک ہو، نصابِ زکوٰۃ کی بقدر ہو۔اگر مملوکہ مال نصاب کی مقدار سے کم ہے تب بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(وہ مال جنکی زکوٰۃ نکالنا فرض ہوتا ہے ان میں ہر ایک کا نصاب مختلف ہوتا ہے، جسکی تفصیل نصاب کے بیان میں آرہی ہے)

(۳) حاجتِ اصلیہ سے زائد ہونا :

بقدر نصاب مال کا انسان کی "حاجتِ اصلیہ" (یعنی ضروریاتِ زندگی) سے زائد ہونا۔لہٰذا وہ مال جو انسان کی "حاجتِ اصلیہ" میں شامل ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

(۴) حاجتِ اصلیہ کی تشریح :

حاجتِ اصلیہ سے مراد انسانی زندگی کی وہ ضرورت ہے جسے اگر پورا نہ کیا جائے تو اسکے ہلاکت میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ایسی ضرورت کیلئے کام آنے والی اشیاء درجِ ذیل ہیں:

(۱) رہائشی مکان۔ (۲) نان ونفقہ۔ (۳) سردی اور گرمی سے بچاؤ کیلئے بدن کے کپڑے۔

(۴) حفاظت کی غرض سے خریدا ہوا اسلحہ، بندوق رائفل وغیرہ۔

یہ چیزیں نہ ہوں تو واقعۃً انسان کے ہلاکت میں پڑ جانے کا سخت اندیشہ ہوتا ہے۔

اور بعض ایسی چیزیں بھی "حاجت اصلیہ" میں شامل ہوتی ہیں۔جن کا براہِ راست انسانی زندگی کو ہلاکت سے بچانے کیساتھ تعلق تو نہیں ہے مگر ان کے نہ ہونے کی صورت میں ہلاکت کا کم از کم امکان ضرور رہتا ہے کسی نہ کسی درجہ میں ان سے محروم شخص بھی ہلاک ہی تصوّر کیا جاتا ہے۔

جیسے (۱) قرض کا ہونا۔ چنانچہ مقروض کے پاس اگر چہ نصاب کی بقدر مال و دولت : مگر اسے بھی حاجتِ اصلیہ میں مشغول تصوّر کیا جائے گا کیونکہ مقروض کو کبھی قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا اور جیل کی ہوا کھانا پڑتی ہے جو ایک طرح سے ہلاکت ہے۔اور یہ مال اسی ہلاکت سے دفاع کا سبب بن سکتا ہے لہٰذا یہ حاجتِ اصلیہ میں شامل ہے۔

(۲) آلاتِ صنعت وحرفت جسے آدمی اپنے روزگار کیلئے استعمال کرتا ہے۔

(۳) گھر کا سامان جیسے برتن فرنیچر وغیرہ جو روزمرّہ استعمال میں آتا ہے۔

(۴) سواری جس کے ذریعے انسان روزگار رعلاج معالجہ اور بہت سی ضروریات میں فائدہ حاصل کرتا ہے۔

(۵) دینی کتب۔ کیونکہ ان کے نہ ہونے کی صورت میں جہل باقی رہتا ہے جو علماء کے ہاں ایک طرح کی ہلاکت ہے، علم کے بغیر تو انسان محض چوپایہ ہے۔

(۵) مال کا "فارغ عن الدّین" ہونا :

مال کا "دَین" سے خالی ہونا۔اگر کسی شخص کے پاس نصاب کی بقدر مال موجود ہو مگر اس پر "**دَین**" بھی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

("دَین" کو ہمارے ہاں اردو میں قرض کہہ سکتے ہیں مگر یہ ایک فقہی اصطلاح ہے جس کے بارے میں تفصیل آئندہ سطور میں مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے)

(٦) مال کا "نامی" ہونا :

نامی "نمو" سے اسمِ فاعل کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ مال ایسا ہو جو بڑھنے والا ہو۔ خواہ وہ حقیقتاً بڑھتا ہوا نظر آئے جیسے جانور مویشی وغیرہ توالدو تناسل کے ذریعے بڑھتے رہتے ہیں، خواہ وہ تقدیراً بڑھتا ہو کہ اگر بڑھانا چاہیں تو اسے بڑھا سکیں۔ جیسے سونا، چاندی (خواہ کسی بھی شکل میں ہو) اور روپے پیسے وغیرہ (خواہ کسی ملک کی رائج الوقت کرنسی ہو)۔

لہٰذا وہ چیزیں جو نامی نہیں ہیں جیسے ہیرے جواہرات، موتی، یاقوت، زَبَرجد وغیرہ اگر تجارت کیلئے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، انکا حکم عروض (سامان) کی طرح ہے۔ البتہ اگر تجارت کیلئے ہوں تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔

❖❖❖❖❖

(مندرجہ بالا تمام شرائط کی موجودگی میں زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے مگر زکوٰۃ کا ادا کرنا کب واجب ہوتا ہے) اس میں درجِ ذیل تفصیل ہے:

زکوٰۃ ادا کرنا کب فرض ہوتا ہے؟

مندرجہ بالا شرائط کیساتھ اگر نصاب کی بقدر مال پر چاند کے حساب سے مکمل ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ فقہی زبان میں اس شرط کو "حَولانِ حَول" (یعنی سال کا گزر جانا) کہتے ہیں۔

◉ یہ مسئلہ خوب دلنشین رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے واجب ہونے کیلئے سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا کامل ہونا ضروری ہے درمیان سال میں نصاب چاہے کم ہوجائے، بشرطیکہ درمیان سال میں نصاب بالکل ختم نہ ہوا ہو۔

(١) کسی شخص کے پاس یکم محرّم ۱۴۲۳ھ کو مکمل نصاب موجود ہو، ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ کو اسکے پاس نصاب سے کم مال رہ گیا بالکل ختم نہیں ہوا، یکم محرّم ۱۴۲۴ھ کو پھر مکمل نصاب تھا تو چونکہ سال کے آغاز اور اختتام میں مکمل نصاب کا مالک ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

(٢) کسی شخص کے پاس یکم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ میں مکمل نصاب تھا، ١٠ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ کو نصاب بالکل ختم

ہوگیا، پھر ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ کو نصاب کی بقدر مال کا مالک بن گیا، یہاں تک کہ یکم ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو مکمل نصاب کا مالک تھا تو اس شخص پر اس تاریخ کو زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ جب نصاب پر سال شروع ہوا تھا تو ۱۰ ربیع الاوّل کے دن نصاب بالکل ختم ہوگیا تھا لہٰذا زکوٰۃ کا حکم ساقط ہوگیا۔ ۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ کو دوبارہ نصاب مکمل ہوا تو سال کا آغاز ہوگیا پھر ۲۰ ربیع الاوّل سے کیا جائے گا چنانچہ آئندہ سال ۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ تک نصاب رہا چاہے اس درمیان کم ہوگیا ہو تو آئندہ سال مذکورہ تاریخ کو زکوٰۃ فرض ہوگی بشرطیکہ اس درمیان میں بھی نصاب بالکل ختم نہ ہوا ہو۔

"مالِ مستفاد" کا حکم :

اگر سال کے آغاز میں کسی شخص کے پاس نصاب کی بقدر مال ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ اب آئندہ سال نصاب پر مقررہ تاریخ (جس تاریخ سے نصاب شروع ہوا تھا) کو جب زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس تاریخ سے پہلے پہلے اسی مال کی جنس میں سے اس شخص کو جو مال حاصل ہوتا رہا ہے اسکو "مالِ مستفاد" کہتے ہیں۔ خواہ یہ مال کسی بھی طریقے سے اسکی ملکیت میں آیا ہو خواہ ھبہ (Gift) کے ذریعے، یا میراث کے ذریعے یا تجارت کے ذریعے یا ماہوار تنخواہ کے ذریعے۔

اس مال کا حکم یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی تاریخ سے پہلے پہلے جو مال بھی حاصل ہوا اسے اسی نصاب زکوٰۃ کیساتھ شامل کرتے ہوئے مجموعی رقم پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

یاد رہے کہ سونا چاندی، رائج الوقت کرنسی اور مال تجارت شریعت کی نظر میں ایک ہی جنس ہے۔ البتہ جانور دوسری جنس ہے۔

مثال سے توضیح :

کسی شخص کے پاس یکم محرّم ۱۴۲۳ھ کو دس ہزار روپے کہیں سے ملے تو چونکہ یہ رقم نصاب کے بقدر ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگئی۔ اب اس زکوٰۃ کی ادائیگی یکم محرّم ۱۴۲۴ھ کو فرض ہوگی (بشرطیکہ اس نصاب پر اس طرح سال گزر جائے کہ سال کے دوران یہ روپے بالکل ختم نہ ہوں خواہ کسی موقع پر کم ہوگئے ہوں) یکم محرّم کے بعد صفر کے آخر میں اس کو باپ کے ترکہ سے ایک لاکھ روپیہ ملا، ربیع الاوّل کی پندرہ تاریخ کو سعودی عرب سے اسکے بھائی نے بطور تحفہ اور ھدیہ کچھ ریال بھیجے جن کی لاگت ایک ہزار پاکستانی روپے ہیں۔ جمادی الاوّل کے شروع میں کاروبار میں نفع ہوا دس ہزار روپے مزید مل گئے۔

یہ شخص سرکاری ملازم بھی ہے ماہوار ۲۰ ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے جو گھریلو ضروریات میں خرچ ہو جاتی ہے۔ اس

سے کچھ نہیں بچتا تاھم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ کو جو ماہوار تنخواہ ملی اس میں سے پانچ ہزار روپے باقی تھے کہ یکم محرّم ۱۴۲۴ھ کا چاند نظر آگیا۔

اس صورت میں زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ یکم محرّم ۱۴۲۳ھ کو نصاب پر سال کے شروع ہونے کے بعد اگلے سال یکم محرّم ۱۴۲۴ھ تک جتنا مال اور رقم مختلف طریقوں سے حاصل ہوئی اسکو فقہ کی اصطلاح میں "مال مستفاد" کہتے ہیں۔ چنانچہ سال بھر میں جمع ہونے والے مالِ مستفاد کی کل رقم ایک لاکھ سولہ ہزار روپے کو اصل نصاب (جس پر سال شروع ہوا تھا) دس ہزار روپے کیساتھ جمع کر کے کل ایک لاکھ چھبیس ہزار پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

*****

زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کی شرائط :

زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱) نیت (۲) تملیک

پہلی شرط : زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کیلئے نیت شرط ہے جس میں تفصیل یہ ہے:

(۱) جب زکوٰۃ کی رقم اپنے مال سے الگ کر کے رکھے تو نیّت کر لے کہ "میں زکوٰۃ کی نیت سے رقم الگ کر رہا ہوں" پھر جب مستحق زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ ادا کرے تو دوبارہ زکوٰۃ دینے کی نیت کرنا ضروری نہیں۔

(۲) جسوقت زکوٰۃ کی رقم اپنے مال سے الگ کر کے رکھی اسوقت تو زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو اب مستحق شخص کو زکوٰۃ دیتے وقت نیت کر لے۔

(۳) اگر کوئی شخص براہِ راست کسی مستحق کو نہیں دینا چاہتا بلکہ کسی نمائندہ وکیل کے ذریعے مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینا چاہتا ہے تو اگر اس شخص نے پہلے نیت نہیں کی تو وکیل کو رقم دیتے وقت نیّت کر لے پھر وکیل مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دیتے وقت نیّت کرے یا نہ کرے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

خلاصہ : مذکورہ بالا تین موقعوں میں سے کسی ایک موقع پر نیت کرنا شرط ہے، اگر کسی بھی موقع پر زکوٰۃ کی نیت کر لی تو شرط پورا ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اگر کسی بھی موقع پر نیّت نہیں کی اور زکوٰۃ کی وہ رقم ابھی تک مستحق شخص کے پاس موجود ہے اس نے خرچ نہیں کی تو اب بھی موقع ہے نیّت کر لینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اگر فقیر (مستحق) نے وہ رقم استعمال کرلی تو اب نیّت کا کوئی موقع نہیں رہا لہٰذا شرط (نیّت) نہ پائی جانے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

بینکوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کا حکم:

کچھ عرصے سے ہمارے ملک میں سرکاری سطح پر زکوٰۃ وصول کرنے کا نظام قائم ہے اس کی وجہ سے بہت سے مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے۔ کمپنیاں بھی زکوٰۃ کاٹ کر حکومت کو ادا کرتی ہیں۔

اس کے بارے میں حکم شرعی کی تفصیل یہ ہے کہ جہاں تک بینکوں اور مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کا تعلق ہے تو اس کٹوتی سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ احتیاطاً ایسا کرلیں کہ یکم رمضان آنے سے پہلے دل میں یہ نیت کرلیں کہ میری رقم سے جو زکوٰۃ کٹے گی وہ میں ادا کرتا ہوں۔ اس سے اس کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ دوبارہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے ٥

❖❖❖❖

ضروری وضاحت: یہ بات ذہن نشین رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں خود صاحبِ مال یا اسکے وکیل کی (مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق کسی بھی ایک موقع پر) نیّت ہونا شرط ہے۔ مگر خود اس مستحقِ زکوٰۃ کو یہ معلوم ہونا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔

چنانچہ اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دیتے وقت خود تو زکوٰۃ کی نیّت کی مگر اسے یہ کہہ کر زکوٰۃ دی کہ یہ ھدیہ ہے یا میری طرف سے انعام ہے یا میری طرف سے آپ کیلئے قرض ہے۔ یا میری طرف سے عیدی ہے تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

وضاحت: زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بعینہ وہی چیز یا رقم دے جس میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے بلکہ زکوٰۃ کی رقم سے مستحق شخص کیلئے کپڑے، جوتے، کھانے پینے کی اشیاء، دوائی، سواری، کھلونا، کتابیں یا کوئی بھی چیز خرید کر مالک وقابض بنا کردے دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

دوسری شرط: زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے دوسری شرط (جیسا کہ زکوٰۃ کی تعریف سے ظاہر ہے) "تملیک" ہے۔

تملیک کا مطلب: تملیک کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مستحقِ زکوٰۃ کو مکمل مالک وقابض بنا کر دینا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جہاں تملیک کی یہ شرط نہ پائی جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

(۱) تملیک نہ پائے جانے کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ شخص جسکو زکوٰۃ کی رقم دی ہے اسکو مالک ہی نہیں بنایا۔

مثال : جیسے کسی شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے کھانا خرید کر دستر خوان لگا دیا اور فقراء و مسکین سے کہہ دیا کہ جتنا چاہیں کھا سکتے ہیں مگر یہ کھانا آپ کہیں اور نہیں لے جا سکتے۔ اس طرح کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی کیونکہ تملیک نہ ہونے کی وجہ سے ادائیگی زکوٰۃ کی شرط نہیں پائی گئی۔

"تملیک" نہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ انہیں کھانا کھانے کی اجازت تو دے دی گئی ہے، جسے اصطلاح میں "اباحت" کہتے ہیں۔ مگر تملیک نہیں پائی گئی کیونکہ انہیں کھانے کے بارے میں ہر قسم کے تصرّف سے روک دیا گیا کہ وہ نہ کہیں لے جا سکتے ہیں اور نہ کسی اور کو دے سکتے ہیں۔

لیکن اگر کھانا خرید کر مستحق افراد کو اس طرح مالک بنا کر دے دیا کہ وہ جس طرح چاہیں میں تصرّف کریں تو اب زکوٰۃ ادا ہوگئی کیونکہ کھانا اب انکی ملکیت میں آ گیا ہے خواہ خود کھائیں، کسی اور کو دے دیں، بیچ دیں یا کہیں گرا دیں۔

(۲) تملیک کی شرط نہ پائی جانے کی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم ایسے مصرف میں استعمال کر دی جائے جس میں مالک بننے کی سرے سے صلاحیت ہی نہیں ہے۔

جیسے زکوٰۃ کی رقم مسجد، مدرسے کی تعمیر، کتب کی خریداری، کنواں کھودنے، پانی کی سبیل لگانے میں خرچ کردی تو کسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی وجہ یہ ہے کہ یہ کام کارِ خیر ضرور ہیں مگر یہ ایسی اشیاء ہیں جو خود کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں۔

اسی طرح زکوٰۃ کی رقم سے مدرسے کے اساتذہ یا کسی جگہ کے ملازم کی تنخواہ بھی ادا نہیں کی جا سکتی۔ ایسا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

❖❖❖❖❖

حیلہ تملیک کا مطلب :

بسا اوقات مدارسِ عربیہ میں اساتذہ، ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے کیلئے رقم عطیات کے فنڈ میں موجود نہیں

ہوتی صرف زکوٰۃ کے فنڈ میں اتنی رقم ہوتی ہے کہ جس سے اساتذہ و ملازمین کی تنخواہیں یا مسجد و مدرسے کی تعمیری ضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔ جبکہ دوسری طرف شریعتِ مطہرہ ان ضروریات میں زکوٰۃ کی رقم لگانے سے منع کرتی ہے۔

چنانچہ اربابِ مدارس اپنی ان ضروریات کو پورا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم میں "حیلہ تملیک" کرتے ہیں، جس میں حیلے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، پھر وہ رقم اپنی دیگر ضروریات میں صرف کرتے ہیں۔

حیلہ تملیک کیلئے عموماً یہ صورت اختیار کی جاتی ہے:

حیلہ تملیک کی پہلی صورت :

کسی مستحقِ زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ کی بھاری رقم دیکر یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ آپ کو یہ زکوٰۃ کی رقم دی جارہی ہے، آپ اگر چاہیں تو اس پر قبضہ کرنے کے بعد دوبارہ مدرسے میں جمع کراسکتے ہیں تاکہ پھر اربابِ مدارس اپنی صوابدید سے یہ رقم کسی بھی مصرف (تعمیر یا اساتذہ وغیرہ کی تنخواہوں) میں استعمال کرلیں۔

چنانچہ مستحق زکوٰۃ شخص وہ رقم اپنے قبضے میں لیکر تھوڑی دیر بعد دوبارہ اربابِ مدارس کو عطیہ کردیتا ہے۔

پہلے زمانے کے نامور فقہائے کرام نے حیلہ تملیک کی یہ صورت لکھی ہے مگر چونکہ آج کل عموماً یہ صورت دکھلاوے کی ہوتی ہے زکوٰۃ دینے والا سمجھتا ہے کہ میں سچ مچ اسے مالک نہیں بنارہا بلکہ واپس لینے کیلئے بس فرضی کاروائی کررہا ہوں اسی طرح زکوٰۃ لینے والا بھی سمجھتا ہے کہ مجھے یہ زکوٰۃ کی رقم دیکر ایسا مالک نہیں بنایا جارہا کہ جہاں چاہوں یہ رقم استعمال کروں بلکہ زکوٰۃ کی تملیک کا کھیل کھیلا جارہا ہے۔

چونکہ اس صورت میں واقعۃً تملیک نہیں پائی گئی بلکہ اسکی ظاہری صورت ہوتی ہے جس میں تملیک کی روح نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس دور کے فقہائے عظامؒ اس صورت سے منع کرتے ہیں۔

حیلہ تملیک کی بے غبار صورت :

البتہ حیلہ تملیک کی وہ بے غبار صورت جس پر اہلِ فتویٰ، فتویٰ صادر فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ مستحقِ زکوٰۃ کو ترغیب دی جائے کہ وہ اتنی رقم کہیں سے قرض لیکر مدرسے میں دے دے (تاکہ اسکو مفت میں ثواب مل جائے) چنانچہ اگر وہ کہیں سے قرض لیکر مدرسے میں دیدے تو زکوٰۃ کی رقم اسے دیدی جائے تاکہ وہ اپنا قرض اتار سکے۔

حیلہ تملیک کی یہ صورت حضراتِ فقہائے عظام کو پسند ہے کیونکہ اس میں واقعۃً فقیر کو مالک بنانا ہی مقصود ہوتا ہے۔

❖❖❖❖❖

نصابِ زکوٰۃ کی تفصیل:

زکوٰۃ کے فرض ہونے سے متعلق ضروری "مباحث" سے فارغ ہونے کے بعد نصابِ زکوٰۃ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے نصابِ زکوٰۃ کے سلسلے میں درج ذیل عنوانات کے متعلق تفصیل ذکر کی جائیگی:

(۱) سونے چاندی کی زکوٰۃ۔

(۲) روپے پیسوں کی زکوٰۃ۔

(۳) مالِ تجارت کی زکوٰۃ۔

(۴) قرض کی زکوٰۃ۔

(۱) سونے کا نصاب :

اگر کسی شخص کی ملکیت میں صرف اتنا سونا ہو کہ وہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

سونے کا نصاب ۲۰ مثقال سونا ہے، جو موجودہ حساب سے ساڑھے سات تولہ سونا (87.48 گرام) بنتا ہے۔

(۲) چاندی کا نصاب :

اگر کسی شخص کی ملکیت میں صرف اتنی چاندی ہو کہ وہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔اور چاندی کا نصاب ۲۰۰ دراہم ہیں۔لہٰذا اگر کسی کے پاس صرف چاندی ۲۰۰ دراہم سے کم ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

موجودہ دور کے حساب سے اس کی مقدار ساڑھے باون تولہ (یعنی 612.35 گرام) چاندی ہے۔

◉ یاد رہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کو اختیار ہے کہ سونے یا چاندی کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت خواہ سونے چاندی کے وزن کا چالیسواں حصہ سونے یا چاندی کی شکل میں دیدے یا اتنے وزن کے پیسے (روپوں کی شکل) میں دیدے۔یا اتنے روپوں سے کوئی بھی چیز (کھانا، کپڑے، سامان) خرید کر مستحقِ زکوٰۃ شخص کو مالک وقابض بنا کر دیدے۔

قیمت کا حساب لگانے کی صورت میں اس وقت کی رائج الوقت بازاری قیمت کا اعتبار کیا جائیگا۔

ضروری وضاحت :

سونے اور چاندی میں مطلقاً ہر حالت میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں، سونا چاندی ڈلی کی شکل میں ہو یا زیورات کی شکل میں، سونے چاندی کے سکّے ہوں یا سونے چاندی کے برتن، سونے چاندی سے پردے یا دوپٹہ وغیرہ پر کڑھائی ہو، خواہ عورت دوپٹہ پہنتی ہو یا نہ پہنتی ہو۔

❖❖❖❖

کھوٹ ملے ہوئے سونے چاندی کا حکم :

اگر سونے یا چاندی میں کھوٹ شامل ہو، سونا چاندی خالص نہ ہو مثلاً سونے میں تانبا یا پیتل ملا ہوا ہو اور چاندی میں ایلومینیم ملا ہوا ہو تو اسکی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) سونا اور چاندی زیادہ ہے اور کھوٹ کم ہے۔

(۲) سونا، چاندی اور کھوٹ برابر سرابر ہیں۔

(۳) سونا اور چاندی کم ہے اور کھوٹ زیادہ ہے۔

ان صورتوں میں زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ پہلی دونوں صورتوں میں جبکہ سونا چاندی کھوٹ سے زیادہ ہوں یا کھوٹ کے برابر ہو تو یہ کھوٹ بھی سونا چاندی کے حکم میں ہوگی۔ اور زکوٰۃ کی فرضیّت میں سونے چاندی کے نصاب کو دیکھا جائے گا۔

تیسری صورت میں جبکہ کھوٹ سونے چاندی پر غالب ہو تو وہ سونا چاندی بھی عروض یعنی سامانِ تجارت کے حکم میں ہوگا۔ سامانِ تجارت پر زکوٰۃ واجب ہونے کا جو نصاب ہے وہی نصاب اسی صورت میں معتبر ہوگا۔

❖❖❖❖❖

مالِ تجارت (عروض) میں زکوٰۃ :

سونے، چاندی اور مویشیوں کے علاوہ جو مال ہو وہ سامانِ تجارت میں شامل ہے۔

مالِ تجارت سے کیا مراد ہے :

مالِ تجارت (عروض) سے مراد ہر وہ مال ہے جو اس نیت سے خریدا ہو کہ اسے تجارت میں لگائیں گے یا آگے فروخت کریں گے۔ اور یہ نیت ابھی تک برقرار ہو۔

O لہٰذا وہ مال جو آگے بیچنے کے ارادے سے نہیں خریدا بلکہ گھریلو ضروریات کیلئے خریدا ہے، (جیسے پہننے کیلئے کپڑا، گھر میں پکانے کیلئے چاولوں کا ٹرک، یا رہائشی مکان تعمیر کرنے کیلئے پلاٹ خریدا) تو یہ مال "مالِ تجارت" نہیں کہلائے گا۔

O ایسا مال جو آگے بیچنے کی نیت سے نہیں خریدا بلکہ گھریلو ضروریات کیلئے خریدا تھا بعد میں اسے بیچنے کا ارادہ کر لیا تب بھی وہ مال مالِ تجارت نہیں بنے گا۔ اس لئے کہ جب اسے خریدا تھا اس وقت بیچنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

لیکن یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ ایسا مال محض بیچنے کے ارادے سے تو مالِ تجارت نہیں بنتا لیکن اگر کوئی شخص (بالفعل) تجارت شروع کر دے یعنی ارادے کے بعد کسی سے سودا وغیرہ طے کر لے اور اسے بیچ دے تو یہ مال "مالِ تجارت" (عروض) بن جائے گا۔ چنانچہ حاصل ہونے والی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

O اس کے برعکس جو مال تجارت کی نیت سے خریدا تھا اور اسی نیت کی وجہ سے مالِ تجارت (عروض) بن چکا تھا، لیکن اب اسے آگے بیچنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ مثلاً کوئی پلاٹ یا فلیٹ آگے بیچنے کی نیت سے خریدا تھا مگر اب اسے اپنی رہائش میں استعمال کرنے کا ارادہ کر لیا تو وہ مال بھی مالِ تجارت نہیں رہے گا۔ صرف ارادے سے ہی اس کی "مال تجارت" ہونے کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔

مالِ تجارت میں نصابِ زکوٰۃ :

مالِ تجارت (عروض) خواہ کسی قسم کا ہو (کپڑا ہو یا اناج، جنرل اسٹور کا سامان ہو یا اسٹیشنری، مشینری ہو یا بجلی کا سامان) اگر سونے (ساڑھے سات تولہ) یا چاندی (ساڑھے باون تولہ) میں سے کسی ایک کی بازاری قیمت کے برابر ہو تو اس مال پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

پھر حولان حول (سال گزرنے) کی شرط کیساتھ اسکا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

نیّت او تملیک پائی جائے تو ادائیگی صحیح ہو جاتی ہے۔

مالِ تجارت میں زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ:

مالِ تجارت کے نصاب پر سال پورا ہو جائے تو اسکی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ کل مالِ تجارت کی بازاری قیمت لگالی جائے اور اس کل قیمت کا (چالیسواں حصہ) ڈھائی فیصد رقم زکوٰۃ کے مستحق کو دیدی جائے یا کل رقم کے اڑھائی فیصد کے برابر وہی مالِ تجارت مستحق کو دیدیا جائے۔

ضروری وضاحت: مالِ تجارت میں خود دکان کی قیمت اور اس میں موجود فرنیچر کی قیمت، اسی طرح کارخانے میں مشینری کی قیمت کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ خود دکان اور اس میں فرنیچر اور فیکٹری کی مشین چونکہ آگے بیچنے کی نیّت سے نہیں خریدی لہٰذا وہ مالِ تجارت میں شامل نہیں ہوگی۔

بلکہ اگر اس نظر سے دیکھا جائے کہ یہ دکان فرنیچر اور مشینری وغیرہ روزگار کا آلہ اور ذریعہ ہیں تو یہ "حاجت اَصلیہ" میں شامل ہونگے۔ اور زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے مال کا حاجتِ اصلیہ سے زائد ہونا ضروری ہے۔

لیکن اگر کسی نے فرنیچر کی دکان بنائی یا ایسی دکان جس میں کارخانے کی مشینری فروخت ہوتی ہو تو اب یہ چیزیں مالِ تجارت میں شامل ہونگی۔ کیونکہ ایسی دکانوں میں فرنیچر یا مشینری بیچنے کے ارادے سے خرید کر رکھی جاتی ہے۔

❖❖❖❖❖

روپے پیسوں میں زکوٰۃ کا نصاب :

اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی میں سے کسی ایک کی بازاری قیمت کے برابر روپے موجود ہوں (خواہ کسی ملک کی کرنسی کی شکل میں ہوں جیسے ریال، ڈالر، یورو، دینار، پونڈ، رینٹ، لیرا وغیرہ) اور ان پر سال بھی گزر جائے تو ان روپوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

کمپنیوں کے شیئرز پر زکوٰۃ کا حکم :

اسی طرح کمپنیوں کے "شیئرز" بھی سامان تجارت میں داخل ہیں۔ اور ان کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ آپ نے کسی کمپنی کے شیئرز اس مقصد کے لئے خریدے ہیں کہ اس کے ذریعہ کمپنی کا منافع (Dividend) حاصل کریں گے اور اس پر ہمیں سالانہ منافع کمپنی کی طرف سے ملتا رہے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے کسی کمپنی کے شیئرز "کیپٹیل گین" کے لئے خریدے ہیں یعنی نیت یہ ہے کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع کمائیں گے۔ اگر یہ دوسری صورت ہے یعنی شیئرز خریدتے وقت شروع ہی میں ان کو فروخت کرنے کی نیت تھی تو اس صورت میں پورے شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی مثلاً آپ نے پچاس روپے کے حساب سے شیئرز خریدے اور مقصد یہ تھا کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کریں گے، اس کے بعد جس دن آپ نے زکوٰۃ کا حساب نکالا، اس دن شیئرز کی قیمت ساٹھ روپے ہوگئی تو اب ساٹھ روپے کے حساب سے ان شیئرز کی مالیت نکالی جائے گی اور اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

لیکن اگر پہلی صورت ہے یعنی آپ نے کمپنی کے شیئرز اس نیت سے خریدے کہ کمپنی کی طرف سے اس پر سالانہ منافع ملتا رہے گا اور فروخت کرنے کی نیت نہیں تھی تو اس صورت میں آپ کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ یہ دیکھیں کہ جس کمپنی کے یہ شیئرز ہیں اس کمپنی کے کتنے اثاثے جامد ہیں مثلاً بلڈنگ، مشینری، کاریں وغیرہ اور کتنے اثاثے نقد، سامان تجارت اور خام مال کی شکل میں ہیں، یہ معلومات کمپنی ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں، مثلاً فرض کریں

کہ کسی کمپنی کے ساٹھ فیصد اثاثے نقد، سامانِ تجارت، خام مال اور تیار مال کی صورت میں ہیں اور چالیس فیصد اثاثے بلڈنگ، مشینری، اور کار وغیرہ کی صورت میں ہیں تو اس صورت میں آپ ان شیئرز کی بازاری قیمت لگا کر اس کی ساٹھ فی صد قیمت پر زکوٰۃ ادا کریں۔ مثلاً شیئرز کی بازاری قیمت ساٹھ روپے تھی اور کمپنی کے ساٹھ فیصد اثاثے قابل زکوٰۃ تھے اور چالیس فیصد ناقابل زکوٰۃ تھے تو اس صورت میں آپ اس شیئرز کی پوری قیمت یعنی ساٹھ روپے کی بجائے =/36 روپے پر زکوٰۃ ادا کریں۔ اور اگر کسی کمپنی کے اثاثوں کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے تو اس صورت میں احتیاطاً ان شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔

شیئرز کے علاوہ اور جتنے فائینانشل انسٹرومنٹس ہیں چاہے وہ بونڈز ہوں یا سرٹیفکیٹس ہوں، یہ سب نقد کے حکم میں ہیں، ان کی اصل قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے۔

❖❖❖❖❖

اگر نصاب سے کم متفرق اشیاء ہوں؟

اب تک تحریر کردہ تفصیل اس صورت میں تھی کہ جب کسی کی ملکیت میں صرف سونا، یا صرف چاندی، یا صرف مالِ تجارت یا صرف روپے ہوں۔

لیکن اگر کسی شخص کے پاس کوئی بھی نصاب پورا نہ ہو بلکہ تمام چیزوں میں سے تھوڑا تھوڑا ہو جو نصاب کی حد سے کم کم ہو تو اس میں عقلی طور پر درجِ ذیل صورتیں بن سکتی ہیں:

(۱) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاندی۔

(۲) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑا سا مالِ تجارت۔

(۳) تھوڑا سا سونا ہو اور کچھ روپے۔

(۴) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا مالِ تجارت

(۵) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے ہوں۔

(۶) تھوڑی سی چاندی ہو اور تھوڑا سا مالِ تجارت۔

(۷) تھوڑی سی چاندی ہو اور کچھ روپے۔

(۸) تھوڑی سی چاندی ہو اور تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے۔

(۹) تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں زکوٰۃ کا حکم:

مندرجہ بالا تمام صورتوں میں سے کوئی سی بھی صورت ہوان میں مجموعی قیمت کو دیکھیں گے۔اگران صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

❖❖❖❖❖

قرض اور زکوٰۃ کا حکم:

قرض کی دو صورتیں ہیں:

(۱) خود مالدار آدمی پر قرض ہو، خود اس نے دوسروں کا قرض ادا کرنا ہے، ایسے شخص کے پاس نصاب کی بقدر کسی قسم کا مال ہے لیکن اس پر اتنا قرض بھی ہے کہ اگر وہ قرض ادا کرے تو بقیہ مال نصاب سے کم رہ جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

کیونکہ حضراتِ فقہائے کرام کے نزدیک قرض "حاجات اصلیہ" میں شامل ہے جبکہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کیلئے مال کا "حاجتِ اصلیہ" سے زائد ہو کر نصاب کی بقدر ہونا ضروری ہے۔(حاجتِ اصلیہ کی تعریف اور اس سے متعلق ضروری تفصیل آپ زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرائط کے بیان میں پڑھ چکے ہیں)

قرضوں کی دو قسمیں:

قرضوں کے سلسلے میں ایک بات اور سمجھ لینی چاہئے، وہ یہ کہ قرضوں کی دو قسمیں ہیں: ایک تو معمولی قرضے ہیں جن کو انسان اپنی ذاتی ضروریات اور ہنگامی ضروریات کے لئے مجبوراً لیتا ہے۔ دوسری قسم کے قرضے وہ ہیں جو بڑے بڑے سرمایہ دار پیداواری اغراض کے لئے لیتے ہیں۔

مثلاً: فیکٹریاں لگانے، یا مشینریاں خریدنے یا مال تجارت امپورٹ کرنے کے لئے قرضے لیتے ہیں یا مثلاً ایک سرمایہ دار کے پاس پہلے ہی سے دو فیکٹریاں موجود ہیں لیکن اس نے بینک سے قرض لے کر تیسری فیکٹری لگا لی۔ اب اگر اس دوسری قسم کے قرضوں کو مجموعی مالیت سے منہا کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ان سرمایہ داروں پر ایک پیسے کی بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ وہ لوگ الٹے مستحق زکوٰۃ بن جائیں گے، اس لئے کہ ان کے پاس جتنی مالیت کا مال موجود ہے، اس سے زیادہ مالیت کے قرضے بینک سے لے رکھے ہیں، وہ بظاہر فقیر اور مسکین نظر آ رہا ہے۔ لہٰذا ان قرضوں کے منہا کرنے بھی شریعت نے فرق رکھا ہے۔

تجارتی قرضے کب منہا کیے جائیں:

اس میں تفصیل یہ ہے کہ پہلی قسم کے قرضے تو مجموعی مالیت سے منہا ہو جائیں گے اور ان کو منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اور دوسری قسم کے قرضوں میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی شخص نے تجارت کی غرض سے قرض لیا، اور اس قرض کو ایسی اشیاء خریدنے میں استعمال کیا جو قابل زکوٰۃ ہیں، مثلاً اس قرض سے خام مال خرید لیا، یا مالِ تجارت خرید لیا، تو اس قرض کو مجموعی مالیت سے منہا کریں گے۔ لیکن اگر اس قرض کو ایسے اثاثے خریدنے میں استعمال کیا جو ناقابل زکوٰۃ ہیں تو اس قرض کو مجموعی مالیت سے منہا نہیں کرینگے۔

قرض کی مثال:

مثلاً ایک شخص نے بینک سے ایک کروڑ روپے قرض لئے اور اس رقم سے اس نے ایک پلانٹ باہر سے امپورٹ کر لیا۔ چونکہ یہ پلانٹ قابلِ زکوٰۃ نہیں ہے اس لئے کہ یہ مشینری ہے تو اس صورت میں یہ قرضہ منہا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے اس قرض سے خام مال خرید لیا تو چونکہ خام مال قابلِ زکوٰۃ ہے اس لئے یہ قرض منہا کیا جائے گا۔ کیونکہ دوسری طرف یہ خام مال ادا کی جانے والی زکوٰۃ کی مجموعی مالیت میں پہلے سے شامل ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نارمل قسم کے قرض تو پورے کے پورے مجموعی مالیت سے منہا ہو جائیں گے۔ اور جو قرضے پیداواری اغراض کے لئے لئے گئے ہیں، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس سے ناقابل زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں تو وہ قرض منہا نہیں ہوگا، اور اگر قابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں تو وہ قرض منہا ہوگا۔

(۲) کسی شخص کے پاس دوسرے لوگوں پر قرض ہو جو اس نے ان سے وصول کرنا ہے۔

"قرض" سے کیا مراد ہے؟

یہاں قرض سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کسی کے ذمہ واجب ہو خواہ وہ کسی بھی وجہ سے ہو خواہ وہ دوسروں کے ذمہ واجب ہونے والی چیز رقم ہو یا سامان یا اور کوئی چیز۔ فقہ کی زبان میں ایسی چیز کو "دَین" کہتے ہیں۔ اردو میں سمجھانے کیلئے اسے قرض کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ خود قرض "دَین" کا ایک فرد ہے۔ ہر قرض کو "دَین" کہہ سکتے ہیں لیکن ہر دین کا قرض ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

ایسا دین اور قرض جو دوسروں سے وصول کرنا ہے اس پر زکوٰۃ کا حکم سمجھنے کیلئے دَین کی اقسام سمجھنا ضروری ہیں۔ دَین کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دَین قوی (۲) دَین متوسط (۳) دَین ضعیف

(ا) دَین قوی کی تعریف :

دین قوی کی دوصورتیں ہیں:

(ل) کسی شخص کو نقدی یا سونا چاندی کچھ مدت کیلئے بطور قرض دیا ہے جو مقررہ مدت کے بعد اس سے وصول کرنا ہے۔

مثال : محسن نے حبیب کو ایک ہزار روپیہ بطور قرض دیا جو ایک ماہ کے بعد اس سے وصول کرنا ہے۔ اسے یوں کہیں گے کہ محسن کا حبیب پر "دین قوی" ہے۔

(ب) ہر وہ مال جو کسی کے ذمہ اس لئے واجب ہو کہ اسے مالِ تجارت بیچا ہو۔

مثال : فرحان کی کمپیوٹر کی دکان ہے۔ اس نے دو مہینے کے ادھار پر سلیمان کو ایک کمپیوٹر بیچ دیا جس کی قیمت پندرہ ہزار روپے طے ہوئی۔ اسے یوں کہیں گے کہ فرحان کا سلیمان پر پندرہ ہزار "دین قوی" ہے۔

دین قوی پر زکوٰۃ کا حکم :

اس قسم کے "دَین" پر تمام ائمہ کے ہاں زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے تاھم اس زکوٰۃ کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب وہ دین مکمل وصول ہوجائے یا کم از کم ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم وصول ہوجائے، اگر کسی شخص نے کئی برسوں کے بعد دین قوی ادا کیا ہے تو لینے والے پر گزشتہ تمام برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

❖❖❖❖❖

دین متوسط کی تعریف :

اگر کوئی شخص دوسرے کو ایسی چیز ادھار بیچ دے جو مالِ تجارت نہ ہو تو ایسی چیز کے بدلے جو دَین خریدار کے ذمہ واجب ہو اسے "دَین متوسط" کہتے ہیں۔

مثال : جیسے کوئی شخص اپنی حاجتِ اصلیہ میں سے کوئی چیز بیچ دے مثلاً پہننے کے کپڑے، گھر کا اسباب، استعمال کی گاڑی، اسلحہ وغیرہ کسی کو ادھار بیچ دیا۔ تو ان چیزوں کے بدلے خریدار پر جو ادائیگی واجب ہے وہ دَین متوسط" ہے۔

"دَین متوسط" پر زکوٰۃ کا حکم :

"دین متوسط" پر زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے لیکن ادا کرنا کب فرض ہوتا ہے اس میں ائمہ احنافؒ کا اختلاف ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب تک یہ شخص اپنے مدیون (مقروض) سے دَین میں سے نصاب کی بقدر وصول نہ کرلے۔ اس وقت تک زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہوتا۔

مگر امام اعظمؒ کے دونوں جلیل القدر شاگرد حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمدؒ ارشاد فرماتے ہیں اگر کسی شخص کو اپنے دین متوسط سے کچھ بھی رقم وصول ہوجائے تب بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوجاتا ہے خواہ وہ وصول ہونے والی رقم نصاب سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

مثال سے وضاحت :

کسی شخص نے دوسرے آدمی کو گھر کے استعمال کا فرنیچر ادھار بیچ دیا جس کی قیمت دوسوتولہ چاندی مقرر کی گئی ایک سال کے بعد اسے پچاس تولہ چاندی وصول ہوگئی اور ایک سو پچاس تولہ اسکے ذمہ بطور دین متوسط باقی رہ گئی اس شخص پر بالاتفاق زکوٰۃ فرض ہوچکی ہے لیکن زکوٰۃ ادا کرنا کب ضروری ہے؟

تو اسکے بارے میں حضرتِ امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق جو چاندی سال کے بعد وصول ہوئی ہے چونکہ چاندی کے مقررہ نصاب ساڑھے باون تولہ سے کم ہے لہٰذا اس پر فی الحال زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہے، جب تک وصول ہونے والی چاندی نصاب کے بقدر نہ ہوجائے۔

چند ہفتوں کے بعد مزید پانچ تولے چاندی وصول ہوگئی تو اب چونکہ مجموعی طور پر وصول ہونے والی چاندی پچپن تولہ ہوچکی ہے لہٰذا حضرت امام اعظم کے نزدیک زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوچکا ہے۔

اسی صورت میں حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک جب اسے پچاس تولہ چاندی وصول ہوچکی تھی اس وقت ہی ادا کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ اگرچہ وہ نصاب سے کم ہی کیوں نہ تھی۔

اس اختلاف میں فتویٰ حضرت امام اعظمؒ کے مذہب پر دیا جاتا ہے۔

آدمی جس وقت دَین متوسط کا مالک ہوجائے اور وہ دَین نصاب کی بقدر ہوتو زکوٰۃ اسی وقت فرض ہوجاتی ہے لیکن اگر وہ دَین کئی برسوں بعد وصول ہوا تو سب برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوجاتی ہے۔

❖❖❖❖

دَین ضعیف کی تعریف:

دین ضعیف وہ دَین ہوتا ہے جو دوسروں کے ذمہ میں ایسی چیز کے بدلے میں واجب ہو جو سرے سے مال ہی نہ ہو۔

مثال : جیسے مہر کی رقم شوہر کے ذمہ واجب ہوتی ہے چونکہ یہ عقدِ نکاح کے بدلے میں واجب ہوتی ہے جو کہ مال نہیں ہے لہٰذا مہر بیوی کیلئے شوہر پر دَین ضعیف ہے۔

مثال : اگر کسی سے ایسا قتل ہو جائے جس کی وجہ سے قاتل پر دِیت آتی ہو یا قصاص آتا ہو مگر مقتول کے ورثاء دِیت لینے پر قاتل سے صلح کرلیں۔ تو چونکہ دِیت کی رقم کسی تجارتی یا غیر تجارتی مال کے بدلے میں واجب نہیں ہوئی بلکہ قتل کے بدلے میں ہے جو سرے سے مال ہی نہیں ہے اسے یوں کہیں گے کہ قاتل پر مقتول کے ورثاء کیلئے دِیت کی رقم "دَین ضعیف" ہے۔

مثال : کسی عورت نے گھریلو ناچاقی کی بنیاد پر اپنے شوہر سے خلع کرلیا اور خلع کے عوض میں جو رقم طے کی (جسے فقہ کی اصطلاح میں "بدلِ خلع" کہتے ہیں) یہ رقم بیوی کے ذمہ شوہر کیلئے دَین ضعیف ہے کیونکہ یہ فسخِ نکاح (نکاح توڑنے) کے بدلے میں واجب ہوئی ہے جو کہ مال نہیں ہے۔

مثال : کسی شخص نے مرتے وقت بلال کیلئے وصیّت کردی کہ مرنے کے بعد میری جائداد میں سے فلاں دکان یا دس ہزار روپے بلال کو دیدیئے جائیں۔ تو وصیّت کی یہ دکان یا رقم بلال کیلئے چونکہ بغیر کسی عوض یا مال کے ورثاء کے ذمہ واجب ہے لہٰذا اسے یوں کہیں گے کہ فلاں دکان یا دس ہزار روپے بلال کا ورثاء کے ذمہ "دَین ضعیف ہے"۔

دَین ضعیف پر زکوٰۃ کا حکم:

دَین ضعیف پر زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ جب تک درجِ ذیل شرائط نہ پائی جائیں زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی:

(۱) دَین ضعیف پر قبضہ کرلے (یعنی وصول ہوجائے)

(۲) دَین ضعیف نصاب کی بقدر ہو۔

(۳) دین ضعیف پر قبضہ کے بعد حولانِ حول ہوجائے یعنی مکمل سال گزر جائے۔

لہٰذا دَین ضعیف کی وصولی میں اگر کئی برس گزر جائیں تو وصول ہونے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

❖❖❖❖❖

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ :

سرکاری ملازم کو ریٹائر ہونے کے بعد جو پراویڈنٹ فنڈ ملتا ہے جب تک وہ ملازم کو نہ ملے اس پر زکوٰۃ فرض

نہیں ہوتی کیونکہ یہ فنڈ دَینِ ضعیف میں شامل ہے۔

حج کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ :

جو رقم حج کیلئے رکھی ہے اس کیلئے دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر وہ رقم اپنے پاس موجود ہے تو سال پورا ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر وہ حکومت کو جمع کرا چکا ہے تو وہ رقم جو آمد و رفت کا کرایہ اور معلّم وغیرہ کی فیس کاٹنے کے بعد اپنے ذاتی خرچ کیلئے حاجی کو ملتی ہے سال پورا ہونے پر اس رقم کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔

✧✧✧✧✧

زکوٰۃ کے نصاب سے متعلق مندرجہ بالا تفصیل سمجھنے کے بعد ایک نظر میں ان تمام اموال کو ملاحظہ کیجئے جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور وہ قابل زکوٰۃ اثاثے کہلاتے ہیں۔

اور وہ اموال جن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، یہ ناقابل زکوٰۃ اثاثے کہلاتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے درج ذیل ''نقشہ'' ملاحظہ فرمائیں:

قابل زکوٰۃ اثاثے	ناقابل زکوٰۃ اثاثے
(۱) سونا 7.50 تولہ	(۱) رہائشی مکان (ایک ہو یا زیادہ)
(۲) چاندی 52.50 تولہ	(۲) دکان (دکان کا مال قابلِ زکوٰۃ ہے)
(۳) کرنسی (روپیہ، دینار، ڈالر، یورو)	(۳) فیکٹری کی زمین
(۴) بینک میں جمع شدہ رقم	(۴) فیکٹری کی مشین
(۵) جمع کرائی ہوئی کمیٹی	(۵) دکان، گھر، دفتر، فیکٹری کا فرنیچر
(۶) دکان یا گودام میں جمع کیا ہوا مال	(۶) زرعی زمین
(۷) تجارت کی نیت سے خریدا ہوا پلاٹ	(۷) کرایہ پر دیا ہوا مکان، دکان یا فلیٹ (یاد رہے کہ کرایہ قابل زکوٰۃ ہے)
(۸) جمع کرائی ہوئی حج کی اتنی رقم، جو معلم کی فیس اور کرایہ جات کاٹ کر حاجی کو واپس کر دی جاتی ہے	(۸) مکان، دکان اسکول یا فیکٹری بنانے کے لئے خریدا ہوا پلاٹ

(۹) کارخانہ کا تیار مال	(۹) کرایہ پر چلانے کے لئے ٹرانسپورٹ (ٹیکسی، رکشہ، ٹرک، منی، بس، لانچ)
(۱۰) کارخانے کا وہ مال جو تیاری کے مراحل میں ہو	(۱۰) لیئر مرغی (انڈے، مال تجارت میں شامل ہو کر قابل زکوۃ ہیں)۔
(۱۱) کمپنی کے شیئرز	
(۱۲) وہ قرضہ جو دوسروں سے وصول کرنا ہے۔	
(۱۳) کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی رقم	
(۱۴) جنگل میں چرنے والے جانور	
(۱۵) برائلر مرغی	

انتباہ! فیکٹری کی مشینری اور فرنیچر قابل زکوۃ اثاثے میں شامل نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے ایسی دکان بنائی جس میں مشینری یا فرنیچر بکتا ہو تو اب یہ اشیاء "مال تجارت" ہونے کی وجہ سے قابل زکوۃ اثاثوں میں شامل ہیں۔

❖❖❖❖❖

زکوۃ کا خود تشخیصی فارم

(ذیل میں ایک فارم ذکر کیا جاتا ہے جس کی مدد سے زکوۃ کا حساب نکالنا بہت آسان ہو جاتا ہے)

۱۔ سونا: (کسی بھی شکل میں کسی بھی مقصد کے لئے ہو، نیز دیکھئے ہدایت نمبر۱) ....

۲۔ چاندی: (کسی بھی شکل میں کسی بھی مقصد کے لئے ہو، نیز دیکھئے ہدایت نمبر۱) ....

۳۔ نقد رقم:

(ا) ہاتھ میں بینک بیلنس، کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی۔ ....

(ب) غیر ملکی کرنسی (پاکستانی روپے میں قیمت لکھی جائے۔ ....

۴۔ قابل وصول قرضے: (Receiveables) (دیکھئے ہدایت نمبر۲)

(ا) کسی کو دیا ہوا قرض ....

(ب) بیچی ہوئی اشیاء کی واجب الوصول رقم

(ج) نقد پذیر مالی دستاویزات جیسے ڈرافٹ، چیک بل آف ایکسچینج

ہر قسم کے بچت سرٹیفکیٹ، ہر قسم کے بانڈز اور گورنمنٹ سیکورٹیز وغیرہ ....

(د) کمیٹی (بی سی) کی جو قسطیں اب تک جمع کرائی گئی ہیں۔ ....

(و) کسی بھی قسم کا قابل واپسی زر ضمانت جو کہیں جمع کرایا گیا ہو۔ ....

۵۔ مالِ تجارت: (دیکھئے ہدایت نمبر ۳)

(ا) خام مال (Raw Material) ....

(ب) تیار کردہ مال برائے فروخت ....

(ج) کمپنیوں کے شیئرز (دیکھئے ہدایت نمبر ۴) ....

(د) دیگر ایسی اشیاء اور جائیداد جنہیں نفع پر بیچنے کی

نیت سے ہی خریدا گیا ہو اور اب تک یہ نیت برقرار ہو۔ ....

قابل زکوٰۃ مجموعی مالیت: (Gross Zakatable Worth) [   ]

مالی ذمہ داریاں:

(ا) ملازمین کی تنخواہ جو اب تک واجب الادا ہو چکی ہے۔ ....

(ب) ٹیکس جو اب تک واجب الادا ہو چکا ہے۔ ....

(ج) یوٹیلٹی بلز (فون، بجلی، گیس وغیرہ) ....

(د) گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی وہ رقم جو ابھی تک ادا نہیں کی گئی ....

(ہ) کمیٹی اگر آپ وصول کر چکے ہیں تو اس کی باقی

ماندہ اقساط جو آپ نے دینی ہیں۔ ....

(و) لیا ہوا قرض (دیکھئے ہدایت نمبر ۵) اور دیگر ہر ایسی

رقم جو کسی کی شخص آپ کے ذمے واجب الادا ہو چکی ہے

جیسے کرایہ، بیوی کا مہر وغیرہ ....

مجموعی مالی ذمہ داریاں:

قابل زکوۃ صافی رقم	=	مالی ذمہ داریاں	تفریق --	مجموعی قابل زکوۃ مالیت

واجب الاداءزکوۃ کی رقم	÷40=

(قابل زکوۃ مجموعی مالیت میں سے مالی ذمہ داریاں تفریق کریں، باقی کو40پر تقسیم کرلیں۔حاصل تقسیم واجب الادامالیت ہے)

❖❖❖❖❖

فارم پر کرنے کے لئے ہدایات

(۱) سونے اور چاندی کے زیور اگر تجارت کے لئے ہیں تو نگینوں وغیرہ کی قیمت بھی لگائی جائے اور اگر استعمال کے لئے ہیں تو نگینوں اور بناوٹ وغیرہ کی قیمت شامل کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲)۔ دوسروں کے ذمے آپ کے لئے واجب الادا ایسی رقوم جن کی وصولی کی امید نہ رہی ہو درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳)۔ مال تجارت: ایسی چیز ہے جو بیچ کر نفع کمانے کی نیت سے خریدی گئی ہو اور یہ نیت ابھی تک برقرار ہو، خواہ اس چیز کو اسی شکل میں بیچنا ہو یا اس سے کچھ اور بنا کر، اگر چیز خریدی ہی نہیں گئی بلکہ وراثت یا ہبہ وغیرہ سے حاصل ہوئی ہے، یا خریدی تو ہے لیکن بیچنے کی نیت سے نہیں اگرچہ اب بیچنے کی نیت کرلی ہو، یا بیچنے کی نیت سے خریدی تھی لیکن اب نیت بدل گئی تو ایسا مال تجارت نہیں کہلائے گا۔

(۴)۔ کمپنی شیئرز اگر مہنگا ہونے پر بیچنے (Capital Gain) کے لئے خریدے ہیں تو ان کی پوری

بازاری قیمت(Market Value) لکھی جائے اور اگر سالانہ منافع حاصل کرنے کے لئے رکھے ہوئے ہیں تو کمپنی کے کل اثاثوں میں قابلِ زکوٰۃ اثاثوں کی جو نسبت ہے، شیئرز کی مارکیٹ ویلیو کی اسی نسبت سے زکوٰۃ فرض ہے، لیکن احتیاطاً پوری مارکیٹ ویلیو لگالینا مناسب ہے۔

(۵) قرض اگر کاروبار کے لئے نہیں بلکہ ذاتی ضرورتوں کے لئے لیا ہے تو اسے مالی ذمہ داریوں والے حصے میں درج کیا جائے اور اگر کاروبار کے لئے لیا ہے تو اگر اس سے قابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں جیسے خام مال اشیاءِ تجارت وغیرہ تو بھی اسے یہاں درج کیا جائے اور اگر اس سے کاروباری کے لئے ناقابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں جیسے مشینری وغیرہ تو اس قرض کو یہاں درج نہیں کیا جائیگا۔

(۶)۔ اس بات کا خیال رہے کہ کسی چیز کا دوہرا اندراج(Double Entry) نہ ہو، مثلاً سونا، چاندی کالم نمبر 1 نمبر 2 میں لکھ چکے ہیں تو وہی سونا چاندی دوبارہ مال تجارت والے حصے میں نہ لکھا جائے، اسی طرح چیک بانڈز وغیرہ کو نقد رقم میں شامل کر چکے ہیں تو قابل وصول حصے میں اسے نہ لکھا جائے۔

(۷)۔ ہر مد(Item) میں وہی مقدار معتبر ہوگی جو سال پورا ہونے کی تاریخ کو آپ کے پاس ہے، جو کچھ درمیان سال میں خرچ ہو چکا ہے اسے درج نہیں کیا جائے گا۔

(۸)۔ شرعاً گھر کے ہر فرد کی ملکیت الگ الگ سمجھی جاتی ہے، اس لئے فارم بھی ہر بالغ فرد کا الگ پر کیا جائے، مشترکہ کاروبار کا مستقل فارم پر کر کے تمام شرکاء کی رضامندی سے مشترکہ زکوٰۃ نکالی جاسکتی ہے۔